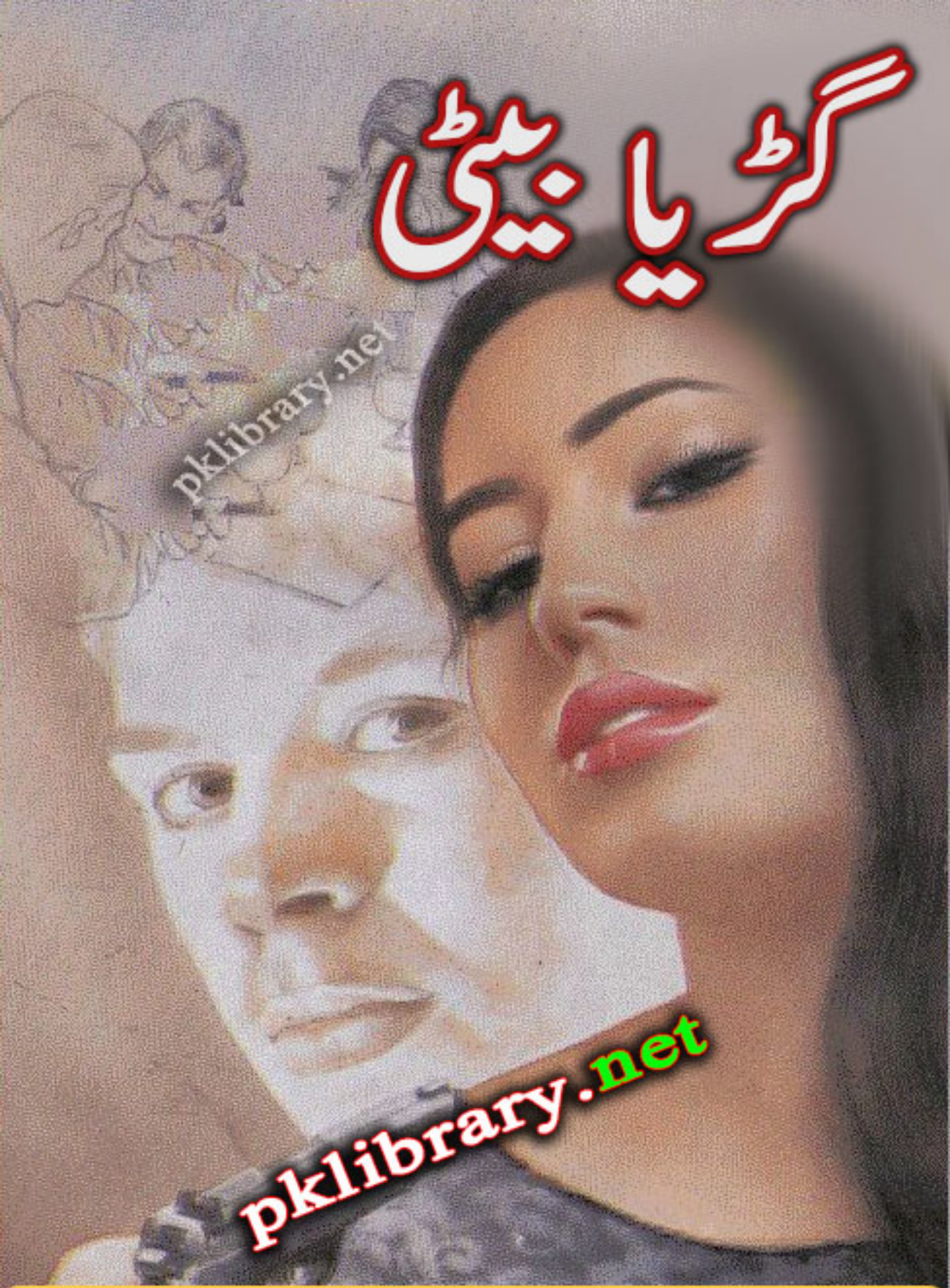

ایک عورت کا قصہ جسے اپنے شوہر کیلئے داشتہ کی ضرورت تھی

www.pklibrary.net

گڑیا بیٹی

اونچے محل میں رہنے والی ایک کائیاں بیگم کا قصہ۔
وہ سوکن سے ڈرتی تھی اور سوکن کا راستہ روکنے کے لئے
اسے اپنے میاں کے لئے ایک ایسی داشتہ کی ضرورت تھی
جو کسی بھی وقت فاضل پرزے کی طرح بدلی جاسکے۔

www.pklibrary.net

بات صرف احساسات کی ہوتی ہے انسان اپنے حالات کے تحت جیسا بھی محسوس کرے۔ ایک خوبصورت عمارت کو دیکھ کر خوبصورتی کا احساس ہوتا ہے لیکن زرینہ نے اس خوبصورت کوٹھی کو دیکھا تو ایک جھرجھری سی محسوس کی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ وسیع و عریض کوٹھی ابھی اس پر چڑھ بیٹھے گی اور وہ بے بسی سے ہاتھ پاؤں مارتی رہ جائے گی۔

دربان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ ''بٹی! کون ہو تم؟''

''جرینہ۔ میرے کو جرینہ بولتے ہیں۔ میں نگینہ سے ملنے آئی ہوں۔''

''اچھا اچھا نگینہ سے ملنے آئی ہو۔'' دربان نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس راستے سیدھی کوٹھی کے پیچھے چلی جاؤ۔ وہاں سرونٹ کوارٹر میں نگینہ رہتی ہے۔''

وہ مرعوب سی ہو کر کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہو گئی۔ پھر دربان کی بتائی ہوئی روش پر چلنے لگی۔ روش کے اطراف رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ پھول آئینہ تھے' وہاں کے مکینوں کی زندگی کا حسن پیش کر رہے تھے اور مہنگی مسرتوں کی خوشبو لٹا رہے تھے۔

جب وہ کوٹھی کے بائیں طرف سے گزرنے لگی تو خوشبو کا مزاج بدل گیا۔ ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے شراب کی بھٹکتی ہوئی بو آئی۔ پھر ساری خوشبوؤں کو فاتحانہ انداز میں تسخیر کرتی ہوئی گزر گئی۔ وہ ٹھٹک کر سننے لگی۔ کن انکھیوں سے کھلی ہوئی کھڑکی کو دیکھنے لگی۔

پہلے شیشے کے نازک سے جام ٹکرانے کی نازک سی آواز آئی۔ پھر چند لمحوں کا سناٹا ہوا۔ اس کے بعد وقت کی انگلیوں نے شاید کسی حسینہ کو گدگدایا تھا۔ ایک سریلی سی ہنسی ابھری مگر وہ بہت ہی مختصر سی ہنسی تھی کیونکہ ایک بھاری بھرکم قہقہے نے اسے

www.pklibrary.net

دبوچ لیا تھا۔

زرینہ جلدی سے آگے بڑھ گئی۔ یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کوٹھیوں کے ڈیزائن باہر سے مختلف ہوتے ہیں۔ اندر سے ساری کوٹھیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ کوٹھی کے پائیں باغ میں تین عدد سرونٹ کوارٹر تھے۔ دو کے دروازے پر تالے نظر آرہے تھے اس نے تیسرے دروازے کے پاس پہنچ کر دستک دی۔

"ابھی آئی۔" اندر سے آنے والی آواز کو زرینہ نے پہچان لیا' حالانکہ ایک مدت کے بعد وہ ملنے آئی تھی۔ اس کے باوجود اس نے نگینہ کی آواز پہچان لی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ وہ سامنے کھڑی تھی۔ زرینہ پہلی نظر میں اسے پہچان نہ سکی۔ بس دیکھتی ہی رہ گئی۔

اس وقت نگینہ چوڑی دار پاجامے' شیفون کے سفید دوپٹے اور لیڈی ہملٹن کے چھاپ دار جمپر میں بالکل اجنبی سی لگ رہی تھی۔ ساڑھی پہننے والی نگینہ کو آج اس نے پہلی بار..... چست لباس میں دیکھا تھا۔ جسم تھا کہ گندھا ہوا میدہ؟ کپڑوں کی تراش میں ڈھل کر جگہ جگہ سے بنتا سنورتا چلا گیا تھا۔ زرینہ نے پٹ پٹ پلکیں جھپکا کر دیکھا۔ لباس کی رنگینی اور زیورات کی چمک دمک میں وہ پوری طرح نظر نہیں آرہی تھی۔ ٹکڑے ٹکڑے نظر بھر کر دیکھو تو پوری نگینہ بنتی تھی۔

نگینہ بھی خلافِ توقع اسے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ پھر دونوں سہیلیوں نے دوڑ کر ایک دوسرے کو گلے لگالیا اور پھر دونوں کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی۔

"ہائے تُو تو سچی کی نگینہ بن گئی ہے۔" زرینہ نے آنسوؤں میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"چل ہٹ مجھے بناتی ہے۔" نگینہ نے اترا کر کہا۔ "یہ بتا آج میری یاد کیسے آگئی؟"

"بس آگئی۔ تیرے جیسی بے مروت نہیں ہوں۔ سات برس ہوگئے پر تُو کبھی نہ آئی میرے کو دیکھنے....."

"ہائے اللہ سات برس ہوگئے!" نگینہ حیران رہ گئی۔ اچھی کھاتی پیتی زندگی ہو تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اتنے سارے دن کب اور کیسے پنکھ لگا کر اڑ گئے البتہ زرینہ کے لئے

www.pklibrary.net

دن بھاری تھے۔ زندگی کا ایک ایک دن اسے خیرات کی طرح ملتا تھا۔ اس لئے اس نے یاد رکھا تھا کہ سہیلی کو دیکھے ہوئے سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

نگینہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر چارپائی تک لائی اور اس پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو بیٹھ میں بیگم صاحبہ سے چھٹی لے کر ابھی آئی۔"

زرینہ نے اسے روک لیا۔

"نہیں ری، چھٹی مت لے، میں ابھی دوسری گاڑی سے چلی جاؤں گی۔"

"واہ! کیا آنا ہے اور کیا جانا ہے۔" وہ روٹھ گئی۔ "صاف کیوں نہیں کہتی کہ اماں جان کے بولنے سے آئی ہے۔ نہیں تو سہیلی کیوں یاد آتی۔"

"ہاں تیری ماں نے بھیجا تو ہے۔ پر قسم لے لے، میں تیری محبت سے آئی ہوں۔"

"تو بس ٹھیک ہے۔" نگینہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ "میرے لئے آئی ہے تو میری مرضی سے جائے گی۔ بول ٹھیک ہے نا؟"

پھر جواب سننے سے پہلے ہی اس نے زرینہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔

زرینہ پگھل گئی۔ اس کا ہاتھ بے اختیار اس کے سر پر چلا گیا اور اس کے بالوں کو سہلانے لگی۔ نگینہ نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہی پیاری سہیلی کی بے قرار انگلیاں جو اس کے سر کو سہلایا کرتی تھیں، وہی ممتا بھری گداز چھاتیاں، جن سے لگ کر وہ آنکھیں بند کرلیتی تھی۔ وہی پسینے کی جانی پہچانی بو جسے محسوس کرتے کرتے وہ سو جایا کرتی تھی آج کتنے عرصہ بعد بچھڑے ہوئے لمحات سمٹ کر زرینہ کی گود میں آگئے تھے۔

نگینہ گھبرا کر الگ ہوگئی۔ پرانے رشتوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اسے جکڑ لیا تھا۔

"نہ بابا! تیرے پاس بیٹھو تو ہلنے کو جی نہیں چاہتا۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ "یہاں صابن پانی سب کچھ ہے۔ تو منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل لے۔ وہ ٹرنک کھلا ہے جو ساڑھی پسند آئے نکال کر پہن لینا۔ میں بس آتی ہوں۔" اس نے جمپر کو اِدھر اُدھر سے درست کیا اور ڈھلکے ہوئے آنچل کو شانوں پر سے پشت کی طرف لہرا دیا۔ دوپٹے کا آنچل ایک لمحے کے لئے سفید پنکھ کی طرح کھلا اور وہ کسی آبی پرندے کی طرح خم کھاتی ہوئی گزر گئی۔

www.pklibrary.net

یکایک زرینہ کو محسوس ہوا جیسے نگینہ کے جاتے ہی نظارہ بدل گیا ہے۔ چاروں طرف کی دیواریں ننگی ہوگئی ہیں۔ اس کے پاؤں کے نیچے کا پختہ فرش ادھڑا ہوا ہے۔ سامنے ٹین کا ایک صندوق ہے بید کا مونڈھا ہے۔ چھال کی چٹائی ہے' ایک بالٹی اور ایک ٹھلیا ہے اور اس کے اوپر چھوٹے سے طاقچے پر ایک ٹوٹا ہوا آئینہ ہے اور اس وقت وہ ایک سرونٹ روم میں بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے چاروں طرف ایک ملازمہ کی اصلیت آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے تک رہی ہے اور تنہا۔ اسے احساس ہوا کہ اب تک وہ کپڑوں کی گٹھری اور کھنکتے ہوئے زیورات سے گلے مل رہی تھی۔ سہیلی اس کی کہیں بھی نہ تھی۔

زرینہ بھی اپنے شہر کی ایک عالیشان کوٹھی میں آیا کا کام کرتی تھی۔ اس کا بھی اپنا ایک ایسا ہی کمرہ تھا لیکن اس سے زیادہ بوسیدہ اور مرمت طلب تھا۔ وہ بھی بن سنور کر کوٹھی میں کام کرنے جاتی تھی لیکن اس طرح نگینہ جیسی مہارانی بن کر نہیں۔ وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگی جیسے کوئی پسِ پردہ جھانکنے کے لئے مچلتا ہے۔

وہ چارپائی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ سامنے رکھے ہوئے صندوق کی طرف کوئی اسے دھکیل رہا تھا۔ نگینہ کے جسم پر اتنے اچھے کپڑے اور زیورات ہیں تو صندوق کے اندر کیا کچھ نہ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اصلی نگینہ کو کھود کر نکال لے۔

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سورج ڈوبنے والا تھا' مگر شام کی ہوا اب بھی دوپہر کی گرمی سے جھلسی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے اور کھڑکیوں کو بند کر کے اپنی ساڑھی اتاری اور اسے کھاٹ پر پھینک دیا۔ بدن سے لپٹا ہوا پٹی کوٹ اور کسی ہوئی چولی رہ گئی۔ ایسے میں آئینے کے مقابل اپنا آپ دیکھنے میں کتنا سارا وقت گزر جاتا ہے لیکن اب زرینہ کا من مزاج بدلتا جا رہا تھا۔ وہ ان خوابوں سے آگے نکل چلی تھی جو آئینہ کے طلسم میں نظر آتے ہیں۔

اس نے صندوق کے پاس آکر اسے کھولا۔ اندر سوتی اور ململ کی ساڑھیاں رکھی ہوئی تھیں۔ نچلی تہہ کو دیکھنے کے لئے اس نے اوپر کی ایک ساڑھی اٹھائی تو اس کے ہاتھ اٹھے ہی رہ گئے۔ سرخ رنگ کی ایک ریشمی ساڑھی پر کپڑے کی بنی ہوئی ایک گڑیا لیٹی ہوئی تھی۔ ناک میں چھوٹی سی نتھ' کانوں میں موتی کے بُندے اور گلے میں سفید موتیوں کی مالا پہنے' وہ ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ زرینہ کو محسوس ہوا جیسے وہ

www.pklibrary.net

ننھی ننھی باہیں پھیلا کر اس کی طرف لپکے گی۔ اس کا دل سینے کی دیوار سے سر پھوڑنے لگا۔ پھر نہ جانے اس کی آنکھوں میں کب کے ٹھہرے ہوئے آنسو آ گئے۔

یہ گڑیا رشتہ میں اس کی بہو لگتی تھی اور اس بہو کے رشتہ سے نگینہ اس کی سمدھن بن گئی تھی۔ یہ ان کے بچپن کا آخری کھیل تھا گھر والوں کے طعنے سن سن کر انہیں احساس ہو گیا تھا کہ اب وہ گڑیا بیاہنے کی عمر سے آگے نکل چکی ہیں۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ زرینہ آخری بار ڈھولک کی تھاپ پر اپنے گڈے کے لئے سہاگ کے گیت گائے اور نگینہ اپنی گڑیا کے لئے بابل گائے گی لیکن یہ ارمان بھی پورے نہ ہو سکے۔ ایک ہفتہ بعد گڑیا کا بیاہ ہونے والا تھا کہ دونوں سہیلیاں بچھڑ گئیں۔

تھوڑی دیر تک وہ صندوق میں رکھی ہوئی گڑیا کو بڑی حسرت سے دیکھتی رہی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اسے آہستگی سے اٹھایا جیسے ماں اپنی محبت کے پالنے اسے اٹھاتی ہے۔ پھر اسے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔

☆======☆======☆

چاند پچھلی کھڑکی سے ان کے چہروں کو تک رہا تھا۔

وہ کھاٹ پر ایک دوسرے کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں۔ نگینہ کا ہاتھ زرینہ کی کمر میں تھا اور زرینہ کا ہاتھ نگینہ کے شانے پر' اور ان کے درمیان' سانس لیتی ہوئی چھاتیوں کے بیچ کپڑے کی بے جان گڑیا رکھی ہوئی تھی۔ زرینہ نے بڑی آہستگی سے گڑیا سہلاتے ہوئے پوچھا۔

"نگی! یہ گڑیا اگر زندہ ہو جائے تو جانتی ہے کیا کرے گی؟"

"یہ سب سے پہلے روئے گی۔ پھر میری چھاتی پر گھڑی گھڑی ہاتھ مارے گی۔"

کہتے کہتے جیسے اس کی آواز ختم ہو گئی۔ اس نے گہری طمانیت سے آنکھیں بند کر لیں' جیسے صدیوں سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس کی چھاتیوں سے رسنے لگا ہو۔

نگینہ کی سمجھ میں کچھ آیا اور کچھ نہیں آیا لیکن زرینہ کی زبان سے نکلی ہوئی زخمی صدا اس کے سینے میں پہنچ کر تڑپنے لگی۔ ایسی بھی کیا اجاڑ حسرت' بن بیاہی عورت نہ گڑیا کھیلتی اچھی لگتی ہے نہ بچے کھلاتی اس نے بڑی آہستگی سے اسے کریدتے ہوئے کہا۔

"سچ مچ ایک مدت ہو گئی۔ اگر تیری شادی ہوتی تو دو چار بچوں کی ماں بن

www.pklibrary.net

جاتی۔"

زرینہ نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ جیسے آہ نکلنے کی راہ پاٹ رہی ہو۔ نگینہ لاکھ اپنی سہی لیکن وہ کیسے بتائے کہ اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی بات کہنے کے لئے بھی حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے اور جب حوصلہ ہوتا ہے تو الفاظ نہیں ملتے اور جب الفاظ ملتے ہیں تو حجاب آڑے آجاتا ہے ورنہ دل کی بات سنانے کو کس کا جی نہیں چاہتا۔ دونوں سہیلیاں تو پیٹ کی ہلکی تھیں کوئی بات ہو' ایک دوسرے سے کہے بنا رہا نہیں جاتا تھا۔ پھر ایسے میں جبکہ وہ پہاڑ سی جدائی کے بعد ملی تھیں تو زبان میں یوں بھی کھجلی ہو رہی تھی۔ زرینہ کے من میں تو بس یہی تھا کہ نگی پہل کرے ذرا ہاتھ بڑھائے' ذرا ماچس کی تیلی دکھائے اور پھر دیکھے کہ اس کے اندر کتنی بارود بھری ہے۔

"تیرے بھی تو بچہ ہو جاتا۔" زرینہ نے جواباً کہا۔ "اگر تُو شادی کر لیتی۔"

"میں نے تیری شادی کی بات کہی تُو نے میری کہہ دی۔ بات پلٹانا تجھے خوب آتا ہے۔"

"میری بات چھوڑ' میں شادی نہیں کروں گی۔"

"بھلا کیوں؟" نگینہ نے حیرت سے پوچھا۔

"جب شادی ہونے کو تھی' تب نہ ہوئی۔" زرینہ نے کہا۔ "ہماری بی بی جی نے اپنے خانساماں سے بات لگائی تھی۔ وہ حرامی ہاں تو بولا پر رات کو کوٹھی چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"بھاگ گیا؟"

"ہاں۔ وہ جانتا تھا میں خراب ہو گئی ہوں۔ یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ جب تُو یہاں نہیں آئی تھی اور جب ہم نے آخری دفعہ گڑیا کا بیاہ رچانا چاہا تھا۔"

"تُو نے اس وقت بتایا نہیں؟"

"ہمت نہیں ہوئی۔ تُو اس وقت بہت بھولی تھی اور میرا بھول پن چلا گیا تھا۔ تُو میرے کو برا سمجھتی' اس لئے نہیں بولی۔"

نگینہ کو دھچکا سا لگا کہ اب زرینہ اسے معصوم نہیں سمجھتی ہے اسی لئے اتنی بے باکی سے اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہی ہے۔

www.pklibrary.net

"پھر بی بی جی نے اِدھر اُدھر رشتہ کرنا چاہا۔" زرینہ کہنے لگی۔ "مگر کسی نے میرے کو پسند نہیں کیا۔ ایک بوڑھی عورت تو صاف کہہ گئی کہ میں دو بچوں کی ماں لگتی ہوں۔"

"ایسا بھی کیا الزام لگانا۔ یہ بوڑھیاں بس کیڑے نکالنا جانتی ہیں۔"

زرینہ نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ چپ چاپ آنکھوں کو اس طرح موند لیا جیسے اپنے آپ کو چھپا رہی ہو۔

تب نگینہ کو محسوس ہوا کہ اس کے من میں چور ہے۔ جبھی تو گڑیا کے ننھے ہاتھوں کو اپنی چھاتیوں پر ٹٹولتی ہے۔ وہ آہستہ سے کھسک کر اس کے قریب آئی اور بڑی رازداری سے پوچھا۔

"بچہ کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں' شاید مرگیا۔ زچگی میں میرے کو ہوش نہیں تھا۔"

"کس کا تھا۔ خانساماں کا؟"

"نہیں' میاں جی کا۔"

"میاں جی؟"

"ہاں۔ ہم اپنے صاحب کو میاں جی بولتے ہیں۔"

نگینہ نے ٹھنڈی سانس لی اور بائیں پہلو سے سیدھی ہو کر چت لیٹ گئی۔ سامنے بھی ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ جہاں سے وسیع و عریض کوٹھی نظر آرہی تھی۔ سرونٹ روم کے چھجے سے جھولتی ہوئی کدو کی بیل مکڑی کے جالے کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ اِدھر سے دیکھو تو کوٹھی جالے میں الجھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اُدھر سے دیکھو تو نگینہ مکھی بن جاتی تھی۔

"تیری بی بی جی اپنے میاں سے کچھ نہیں کہتی؟" نگینہ نے پوچھا۔

"وہ تو اپنے میاں کو ایسا سمجھتی ہی نہیں۔ میرے خیال میں انجان بنتی ہے۔ کہتی ہے کہ میں خانساماں یا نہیں تو کوٹھی کے ڈرائیور سے پھنسی ہوئی ہوں۔ وہ جیسے کوٹھی کا کچرا باہر پھینکتی ہے ناویسے ہی میرے کو باہر والے کے سر تھوپتی ہے۔"

"تو اس کمینے کے پاس جاتی کیوں ہے؟"

زرینہ نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔

www.pklibrary.net

"پہلے تو میں اپنے سے نہیں گئی۔ دو ایک بار اس نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں جھٹک کر بھاگ گئی۔ اب تیرے سے کیا چھپانا نگی' میں بھی اندر سے پک رہی تھی۔ ایسے میں لاکھ سنبھلو سنبھلا نہیں جاتا۔"

"ہاں سنبھلا نہیں جاتا۔" نگینہ خوابوں میں کھو گئی۔ "کوئی ہاتھ پکڑتا ہے تو ہم جھٹک دیتے ہیں لیکن اندر ہی اندر پچھتاتے ہیں' اوپر سے جسم کچھ نہیں کہتا' اندر سے آواز دیتا ہے اور ہم ایک مستی بھرے مور کی طرح دنیا کی نظروں سے چھپ کر دھیان کے جنگل میں تھرکتے رہتے ہیں۔"

"میں اپنے سے کبھی نہیں گئی۔" زرینہ نے کہا۔ "ایک رات میاں جی آپ ہی میرے کمرے میں آ گئے۔ وہ مالک میں خادمہ' بھلا کیا کہتی۔ بی بی جی سات مہینے کا پیٹ لیے اپنے کمرے میں پڑی ہوئی تھیں۔"

زرینہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر سہیلی کو دیکھ کر پوچھا۔

"تُو..... تُو میرے کو برا سمجھتی ہو گی؟"

"نہیں ری۔" نگینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "ایسا کیوں کہتی ہے۔ دنیا تیرے کو برا سمجھے' پر میں نہیں سمجھتی۔"

"بی بی جی میرے کو ایسا ہی سمجھتی ہے۔ اٹھتے بیٹھتے گالیاں دیتی ہے۔ کبھی کبھی مارتی بھی ہے جیسے میں کوئی سچی کی سوکن لگتی ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے نگی! کہ وہ سب کچھ جانتی ہے اور جان بُوجھ کر انجان بنتی ہے۔ اصل میں وہ چاہتی ہے کہ میں چور بن کے میاں جی سے ملوں اور کبھی آنکھ سے آنکھ ملا کر برابری نہ جتاؤں۔ میرے کو کیا پڑی ہے وہ خود ہی میرے پاؤں پڑنے آتا ہے۔ میں اگر کام چھوڑ کر جاؤں تو بی بی جی جانے نہیں دیتی۔ کبھی تنخواہ بڑھا کر اور کبھی بہلا پھسلا کر روک لیتی ہے۔ اب میں کروں تو کیا کروں؟" وہ خاموش ہو گئی۔

"ٹھیک تو ہے۔" نگینہ نے سوچا۔ "اتنی شاندار کوٹھی اور اتنی بڑی جائیداد کو چور نہیں چرا سکتا البتہ کوئی سوکن ہی لوٹ سکتی ہے۔ اس لئے سوکن کا راستہ کاٹنے کے لئے ایک ایسی داشتہ کی ضرورت ہے جو کسی بھی وقت فاضل پرزے کی طرح بدلی جا سکے۔"

زرینہ نے ایک آہ بھری۔ سرد ہوا کے جھونکے کھڑکی سے گزرتے ہوئے اسے

www.pklibrary.net

اور اس کی آہوں میں گھل گئے۔ اس نے درمیان میں رکھی ہوئی گڑیا بیٹی پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھوں کو موند لیا۔

"تیری بی بی جی کے بچے کتنے ہیں؟" نگینہ نے پوچھا۔

"پتہ نہیں کتنے ہوئے اور مر کھپ گئے۔ اب تو جی بچ کے پانچ ہیں۔ میاں جی تو بالکل مولوی ہے۔ بچے روکنے کو برا سمجھتا ہے۔ نہیں تو بی بی جی کی حالت ایسی نہ ہوتی۔"

"ہمارے صاحب مولوی تو نہیں ہیں مگر بیگم صاحب آپریشن سے گھبراتی ہیں۔" نگینہ نے کہا۔ "بیمار ہونے سے دوا کھاکے اچھی ہو جاتی ہیں پر انجکشن کی سوئی نہیں لیتی۔ صاحب بھی آپریشن پر زور نہیں دیتے۔ وہ تو خود بیگم صاحب کے اشارے پر چلتے ہیں جو کماتے ہیں' اس کی پائی پائی کا حساب دیتے ہیں۔"

"تب تو زیادہ نہیں کماتا ہوگا پیسے والے لوگ اپنی عورتوں سے نہیں ڈرتے۔"

"اری کیا کہتی ہے میرے صاحب بہت پیسے والے ہیں روز اتنا روپیہ لاتے اور لے جاتے ہیں کہ میرے کو اگر گننے دو تو گنتے گنتے بھول جاؤں۔"

"اچھا!" زرینہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں!" اور باہر ان کا بہت نام ہے۔ ایک دفعہ بہت سارے لوگ کوٹھی کے پاس آئے تھے اور چلا چلا کر صاحب کو زندہ باد کہہ رہے تھے۔"

"ہوں۔" زرینہ کہا۔ "جبھی تو اتنی شان سے رہتی ہے۔ تیرا ٹھاٹ باٹ دیکھ کے تو پہلے میں یہی سمجھی تھی کہ تو یہاں کی مالکن بن گئی ہے۔"

نگینہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر آہستہ سے کہا۔

"ہاں' مالکن ہی سمجھ لے۔ جب تک مالکن کے کہنے پر چلوں گی مالکن کی جیسی رہوں گی۔ تو نے مجھے اپنا جان کے سب بات کہہ دی تو میں تجھ سے کیا چھپاؤں۔ بس یہ سمجھ لے کہ میں نام کی نوکرانی ہوں۔ کبھی کبھی اوپری کام کر دیتی ہوں۔ میرے جیسی ایک اور لڑکی ہے۔ بڑی بھولی اور ملنسار ہے۔ آج تو آگئی ہے نا' اس لئے وہ میرے بدلے صاحب کے پاس گئی ہے۔"

زرینہ حیران نہیں ہوئی' وہ تو پہلے ہی اندازہ کر چکی تھی کہ نگینہ کیا سے کیا ہو گئی ہے۔ البتہ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ یہاں نگینہ جیسی دوسری بھی ایک لڑکی ہے۔

www.pklibrary.net

"ایک چھوڑ دو دو ہیں۔"

"ہاں' صاحب ذرا ڈرپوک ہیں نا۔ وہ باہر کسی پرائی عورت کے ساتھ نہیں رہتے اور نہ کسی کے ساتھ بیٹھ کے پیتے ہیں۔"

"بڑے آدمی ہو کر ڈرتے ہیں؟"

"ہاں۔ بیگم صاحب بتاتی ہیں کہ ہمارے علاقہ کے لوگ چھوٹے خیال کے آدمی ہیں' صاحب کو شراب پیتے یا کسی عورت کے ساتھ گھومتے دیکھ لیا تو پھر ووٹ نہیں دیں گے۔"

"ہم۔" زرینہ سوچنے لگی۔ اپنی اور سہیلی کی زندگی کا موازنہ کرنے لگی۔ کوئی خاص فرق تو نہیں تھا۔ بس نگینہ کے پاس ذرا چمک دمک زیادہ تھی۔

"تیرے کو تنخواہ کتنی ملتی ہے؟"

"ہر مہینہ تین سو روپے۔"

"تین سو روپے!" زرینہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ نگینہ اس کی حیرانی سے بہت محظوظ ہوئی۔ اس نے کوٹھی سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی اس لئے وہ تین سو روپے پر اترا رہی تھی ورنہ تین سو روپے کی کیا حقیقت ہے۔ محل سراؤں میں رہنے والی داشتائیں اپنے نام جاگیریں لکھوا لیتی تھیں لیکن اب زمانہ بدل گیا تھا۔ محل کی بیگم صاحب کو اپنی جاگیر کی حفاظت کا سلیقہ آگیا تھا وہ کسی کو سوکن بنا کر نہیں رکھ سکتی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والی داشتہ بنا کر نہیں رکھ سکتی تھی۔ ہاں ایک نمک حلال ملازمہ بنا کر تین سو روپے ماہوار پر رکھ سکتی تھی لیکن نگینہ اتنی ہیرا پھیری نہیں جانتی تھی' اس لئے خوش تھی۔

"کھانا کپڑا الگ سے ملتا ہے۔" وہ کہنے لگی۔ "بیمار پڑو تو علاج مفت ہوتا ہے۔ ہر طرح کا آرام ہے۔ بس بیگم صاحب کے کہنے پر چلنا پڑتا ہے۔ ان کے ملنے والے آئیں تو ملازمہ بن کر رہنا ہوتا ہے۔ باہر جاؤ تو بچوں کی آیا بن کر جانا ہوتا ہے۔ کہیں بھی ہم اپنی اوقات نہیں بھولتے۔"

زرینہ اپنے خیال میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ نگینہ کیا کچھ کہہ گئی ہے۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "تین سو روپے؟"

"کیوں کیا ہوا؟" نگینہ اس کی بڑبڑاہٹ کا مطلب نہ سمجھ سکی۔

www.pklibrary.net

"نہیں۔ سوچتی ہوں' یہ تین سو روپے تو کیا کرتی ہو گی۔ یہ میں جانتی ہوں کہ ماں کو پچاس روپے بھیجتی ہے۔ پھر بھی پچاس کم تین سو روپے بچ جاتے ہیں۔"

"میں بھی تو خرچ کرتی ہوں۔ میرے پاس بہت سے زیور ہو گئے ہیں۔ تو جب جائے گی تو یہ جھمکے تیرے کو دے دوں گی' لے گی نا۔ میری نشانی سمجھ کر لے لینا۔"

زرینہ کو اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ وہ ایک ٹک نگینہ کو دیکھنے لگی۔ میرے اللہ یہ سونے کے جھمکے میرے کو دے دی گی۔ یہ کتنے پیسے والی ہے۔ کتنی بدل گئی ہے۔ نگی نہیں معلوم ہوتی۔ کوئی میرے سے اوپر والی عورت ہے اور میں ہوں کہ اس کے برابر لیٹی ہوئی ہوں۔ اب برابری کیسی۔ اس کے پاس دینے والا ہاتھ آگیا ہے اور میرے پاس وہی لینے والا پرانا ہاتھ رہ گیا ہے۔ ہائے میں کیسے اس کے پاس سے اٹھ کر نیچے فرش پر چلی جاؤں۔

"کیا سوچنے لگی؟" نگینہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"آں۔ وہ تو برا مت ماننا نگی! یہ جھمکے لے کے میں کہاں رکھوں گی۔ میں اگر لے بھی گئی تو پھر تیرے پاس کیا رہے گا؟"

"میری فکر نہ کر۔" اس نے بڑی فیاضی سے کہا۔ "میرے پاس پہلے ہی اتنا زیور ہے کہ تو دیکھے گی تو رات بھر سو نہ سکے گی۔ یہ سب چیزیں کوٹھی میں رکھتی ہوں۔ نہیں تو تجھ کو ابھی بتاتی۔ اری تو زیور کی بات کرتی ہے آج ہی بیگم صاحب میرے بینک کا کھاتہ دیکھ کر بول رہی تھیں کہ میرے نو ہزار تین سو بیالیس روپے جمع ہیں۔"

"کیا؟" زرینہ چونک پڑی۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر اسے حیرت سے تکنے لگی۔

"مذاق کر رہی ہے نا؟"

"تیری قسم مذاق نہیں ہے۔ سچ بول رہی ہوں۔"

"میرے اللہ! پھر یہاں رہ کے اب کیا کرے گی تو؟ اری اتنے روپے ہیں تو اپنے لئے الگ کوٹھی بنا سکتی ہے۔"

نگینہ اس کی نادانی پر ہنسنے لگی۔

"لیٹ جا زرینہ! تیرے لئے یہ روپیہ بہت ہے مگر کوٹھی بنانے کے لئے بہت کم ہے۔" اس نے زرینہ کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس کر لیا۔

"کچھ بھی ہو۔" اس نے اُس کی طرف کروٹ بدل کر کہا۔ "کوٹھی نہ سہی کٹیا تو

www.pklibrary.net

بن سکتی ہے۔ شادی کر کے عزت آبرو سے تو رہ سکتی ہے۔ بس بہت ہو گیا تیرے پاس' زیادہ لالچ کرے گی تو پھر بڑھاپا آجائے گا پھر نہ شادی ہو گی نہ بچے۔"

"تو پھر شادی پر آگئی؟"

"شادی کے لئے تو یہاں تک آئی ہوں' اور تو ہے کہ شادی کے نام سے بھاگتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے مرنے کے بعد یہ سارے زیور اور روپے اپنے ساتھ لے جائے گی۔"

نگینہ کو کہیں چوٹ سی لگی۔ دھیان کے جنگل میں ناچتے ہوئے مور کو کبھی کبھی اپنے پاؤں نظر آجاتے ہیں۔ آدمی بھی سارے کا سارا خوبصورت نہیں ہوتا۔ کہیں سے کوئی بدصورتی ہوتی ہے جسے وہ ریشمی کپڑوں اور چمکتے ہوئے زیورات میں چھپا کر رکھ دیتا ہے۔ نگینہ بھی کبھی کبھی دُکھتے ہوئے ذہن سے سوچتی تھی کہ یہ جو بیگم صاحب کے پاس دولت ہے وہ اس کے بچوں کے بچوں تک جائے گی۔ آدمی کا سب کچھ آئندہ نسل کے لئے ہوتا ہے اور اس کے پاس سب کچھ تو ہے مگر آنے والی دنیا کا کوئی ننھا سا خواب نہیں ہے۔

"نگی!" زرینہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تو نہیں جانتی' جہاں تیری ماں نے رشتہ لگایا ہے وہ لوگ بھی بہت پیسے والے ہیں۔"

"پیسہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ اماں جان کہتی تھیں کہ دو دو شادیاں کر چکا ہے اور اب اولاد کے لئے مجھ سے کرنا چاہتا ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ لوگ اولاد کے لئے ہی شادی کرتے ہیں۔"

"اولاد کے لئے ہی کرنا ہے تو تُو ہی کر لے نا اس سے۔"

"پگلی۔" زرینہ نے کھسیانی مسکراہٹ سے کہا۔ "کوئی اندھا بھی میرے سے شادی کرے گا تو میری اصلیت جان لے گا مگر تُو ابھی کنواری لگتی ہے' اسی لئے بولتی ہوں کہ اپنی ماں کی بات مان لے۔" اس نے نگینہ کے رخسار کو پیار سے سہلاتے ہوئے کہا۔ "نگی! جب تُو شادی کرے گی تب تیرے کو معلوم ہو گا کہ یہ چوری چھپے کا کھیل کتنا برا ہے۔ جب تیرے بچہ ہو گا تب تیرے کو معلوم ہو گا کہ کتنی بڑی دولت تیرے پاس آئی ہے۔ اپنے گوشت کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر کیا حالت ہوتی ہے' یہ تُو ابھی نہیں سمجھے گی۔"

www.pklibrary.net

نگینہ تڑپ گئی۔ اس نے اپنے ہونٹوں کو مضبوطی سے بھینچ لیا۔ جیسے اپنے اندر کے پھڑپھڑاتے ہوئے پرندے کو دبوچ رہی ہو۔ زرینہ اسے دیکھ نہ سکی۔ چاند کھڑکی سے ذرا سرک گیا تھا۔ اس لئے نگینہ کی طرف اندھیرا تھا اور اس کی طرف روشنی۔ اور روشنی سے اندھیرے کی طرف دیکھو تو کچھ نظر نہیں آتا۔

"زرینہ!" نگینہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں تیری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں مگر شادی نہیں کروں گی۔"

"آخر تو انکار کیوں کرتی ہے؟"

نگینہ جواب دینے کی بجائے اس کی طرف سے پلٹ گئی۔ کروٹ بدلنے کے بہانے دوسری طرف منہ پھیرلیا۔ پھر آہستہ سے لرزتی ہوئی آواز میں پکارا۔

"زرینہ!"

"ہاں۔"

"تو چاہے تو ایک دن کے لئے بھی سہاگن بن سکتی ہے' ہے نا؟" اس کے لہجے میں آنسو آ گئے۔

"ہاں۔"

"تو چاہے تو پھر ایک بار ماں بن سکتی ہے۔ ہے ناں؟" اس کی آواز آخری ہچکی جیسی کمزور تھی۔

"ہاں۔"

"مگر میں سہاگن نہیں بن سکتی۔ میں ماں نہیں بن سکتی۔" اس نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔ "بیگم صاحب نے..... بیگم صاحب نے میرا آپریشن کرادیا ہے۔"

زرینہ کے اندر جیسے دھماکہ سا ہوا۔ اس نے گھبرا کر سہارے کے لئے گڑیا پر ہاتھ رکھنا چاہا تو گڑیا وہاں نہیں تھی۔

☆------☆------☆